ریڈیو کشمیر میں اردو سروس کا آغاز۔ کچھ یادیں

(نامور براڈ کاسٹرز فاروق نازکی اور عبدالرشید کی گفتگو پر مبنی ایک تحریر)

تحریر و راوی:۔ سید محمد مبشرؔ رفاعی، سرینگر
نامور صحافی، ادیب، محقق
رابطہ 9419015306

[ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان کی ترقی و ترویج میں بیک وقت بہت سے سرکاری و غیر سرکاری اداروں نے تاریخی رول ادا کیا ہے۔ تمام ریاست میں اردو کو رواج دینے میں ریڈیو کشمیر سرینگر اور ریڈیو کشمیر جموں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ تقسیمِ وطن کے فوراً بعد ان اسٹیشنوں سے اردو نشریات آغاز ہو گئیں تھیں۔ ریڈیو کشمیر سرینگر کی اردو نشریات سے متعلق عبدالرشید صاحب اور فاروق نازکی صاحب دو ایسے براڈ کاسٹرز رہے ہیں جنہوں نے ماضی میں اپنی خدمات سے اس زبان کو خوب ترقی دی ہے۔ ان دونوں اصحاب کے تجربات اور یادوں کو دستاویز کرنے کے لیے مدیر کی گزارش پر وادی کے نامور صحافی سید محمد مبشر رفاعی نے ان دونوں حضرات کے ساتھ مکالمہ قائم کیا۔ یہ تحریر اسی مکالمے پر مبنی ہے۔]

جموں وکشمیر ایک کثیر تمدنی ریاست ہے۔ یہ ریاست ثقافت کے رنگا رنگ پھولوں کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ اس ریاست میں مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ مل جل کر بود و باش کرتے ہیں اور الگ الگ عقائد کے باوجود صدیوں سے انتہائی خوبصورتی کے ساتھ سماجی رشتوں کا نبھاہ کرتے آ رہے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسانی سماج کی بقا کیلئے احساسات کی ترسیل لازمی ہے۔ انسان کسی چیز یا صورتِ حال کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے جذبات دوسروں تک پہنچاتا ہے اور یہی انسانی اصولوں کا تقاضا ہے۔ احساسات، مشاہدات اور جذبات کی ترسیل کیلئے زبان ایک کلیدی رول ادا کرتی ہے۔

ہماری ریاست میں جہاں الگ الگ تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے ہیں، وہیں اس ریاست کے مختلف علاقوں میں الگ زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں۔ قابلِ ذکر ہے کہ جموں وکشمیر میں تقریباً چھ آٹھ نمائندہ علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان میں کشمیری، ڈوگری، گوجری، لداخی، پہاڑی، شینا اور بلتی وغیرہ شامل ہیں۔ جموں وکشمیر ملک کی ایسی واحد ریاست ہے، جہاں سب سے زیادہ علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ریاست کے سبھی لوگ یہ ساری زبانیں نہ بولتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں، فقط ایک یا دو زبانوں پر دسترس رکھنے کے باوجود بھی ایک ہی ریاست میں مل جل کر رہتے ہوئے آپسی خیالات کی ترسیل کو ممکن بناتے ہیں۔ جی ہاں! یہ سب ممکن ہو پاتا ہے اور وہ بھی اردو کی بدولت۔ اردو ایک ایسی زبان ہے جو ریاست کی سرکاری زبان ہونے کے ساتھ ساتھ یہاں کے لوگوں کے مابین رابطے کی زبان کا بھی کام کرتی ہے۔

اردو زبان کی ترویج، وقت اور صورتحال کا تقاضا رہا ہے۔ یہ ہر شخص کی انفرادی ذمہ داری بھی ہے اور متعلقہ اداروں کی

اجتماعی ذمہ داری بھی۔اداروں کی ذمہ داری کے تعلق سے یہ بات ہم سب کے مشاہدے میں آئی ہے کہ ریڈیو کشمیر سرینگر نے اردو کی ترویج میں ہر دور میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ریاست میں ریڈیو کا قیام ڈوگرہ راج کے دوران تقریباً ۱۹۴۷ء میں عمل میں آیا تھا۔ پہلے جموں میں ایک سٹیشن قائم کیا گیا، جبکہ بعد میں ۱۹۴۸ء میں سرینگر میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ اپنے قیام سے لے کر آج تک ریڈیو کشمیر سرینگر نے اردو زبان کی خدمت اور ترقی میں ایک قابلِ قدر رول ادا کیا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

راقم الحروف نے اردو زبان کی ترقی اور ترویج میں ریڈیو کشمیر کے رول کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے اس ادارے کے دو معروف ابتدائی براڈ کاسٹروں جناب عبدالرّشید صاحب اور جناب فاروق نازکی صاحب کے ساتھ بات کی۔ یہ دونوں حضرات کم وبیش آغاز سے ہی ریڈیو کشمیر کی اردو نشریات سے وابستہ رہے ہیں۔ ان شخصیات نے ریڈیو کشمیر سے وابستہ رہنے کے دوران اردو کو پروان چڑھانے میں جہاں ذاتی کاوشیں بروئے کار لائی ہیں، وہیں اس تعلق سے ریڈیو کی مجموعی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بھی ایک کلیدی رول نبھایا ہے۔

عبدالرشید صاحب ریڈیو کشمیر سرینگر کے اوّلین اردو نیوز ریڈر تھے اور ایک طویل عرصے تک ریڈیو کشمیر کے علاوہ آل انڈیا ریڈیو کے دلی سٹیشن سے اردو میں خبریں پڑھتے رہے۔ خبریں پڑھنے کے اس منفرد انداز نے ان کی آواز اور ان کے نام کو ریاست بھر میں ایک معتبر پہچان دی۔

فاروق نازکی صاحب ایک طویل مدت تک ریڈیو براڈ کاسٹنگ کے ساتھ وابستہ رہے۔ بعد میں وہ ریڈیو کشمیر کے سربراہ بھی بنے۔ نازکی صاحب ادب اور براڈ کاسٹنگ کے ذریعے اردو زبان کی خدمت میں اچھا خاصا رول ادا کرتے رہے۔ ریاست میں اردو نشریاتی ادب اور منظر نامے کے ارتقا کے حوالے سے ان دونوں حضرات کا رول انتہائی تاریخی اور کلیدی رہا ہے۔ ان دونوں حضرات کے دورانیے کو دستاویز کرنے کے لیے میں نے مدیر جنرل کی گزارش پر اسی مہینے جنوری میں ان کے ساتھ بات چیت کی۔ پیش ہیں اسی گفتگو کے چند اقتباسات:

فاروق نازکی صاحب کی فراہم کردہ جانکاریوں کا خلاصہ :

سرینگر میں ریڈیو سٹیشن قائم کرنے میں اس وقت کے ڈوگرہ حکمران مہاراجہ ہری سنگھ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ ریڈیو کشمیر سرینگر کا آغاز ۱۹۴۸ء کے ہنگامہ خیز سال میں ہوا، جب ریاست جموں وکشمیر ہی نہیں بلکہ پورا برصغیر ایک تاریخی دور سے گزر رہا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب شخصی حکومت اور انگریزیوں کا نوآبادیاتی نظام ختم ہو رہا تھا اور سلطنتِ برطانیہ کا سورج غروب ہو رہا تھا۔ دوسری جانب جمہوریت کا آفتابِ تاباں طلوع ہو رہا تھا۔ کشمیر بھی اس تبدیلی کے اثرات سے دوچار تھا۔ اور اس صورتحال میں بھی جس قوت نے کشمیر کے لوگوں کو متحد رکھا، وہ تھی اردو زبان۔ کشمیر کی خاموش فضاؤں میں جو نعرے گونج رہے تھے، وہ بھی اردو زبان کی ہی دین تھے۔ یہاں یہ بات بتا تا چلوں کہ اردو مہاراجہ امر سنگھ کے دور سے سرکاری زبان قرار پائی تھی۔ خیر یہاں بات چل رہی ہے اردو کے فروغ میں ریڈیو کشمیر کے رول کی۔

۱۹۴۸ء میں جب ریڈیو کشمیر سرینگر کا قیام عمل میں آیا تو پہلا اعلان ہی اردو کا ایک خوب صورت جملہ تھا ''یہ ریڈیو کشمیر ہے''اس اعلان کے فوراً بعد شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی اہلیہ بیگم اکبر جہاں نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔تلاوتِ کلام پاک کے بعد شیخ محمد عبداللہ کا اردو زبان میں خطاب نشر ہوا۔شیخ صاحب کے خطاب کے بعد قومی ترانہ نشر ہوا۔مولانا محمد سعید مسعودی صاحب کے تحریر کردہ اس اردو قومی ترانے کے بول تھے،لہرائے کشمیر کے جھنڈے۔بازوئے بے شمشیر کے جھنڈے۔غرض یہ کہ ریڈیو کشمیر نے اپنی ابتدا اسی زبان سے کی،جس کو ہم اردو کہتے ہیں۔

اس دور میں شروع کئے گئے کئی پروگراموں کی چھاپ آج بھی میرے ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ ہے۔اگرچہ اُس وقت وہ پروگرام میری سمجھ سے بالاتر تھے،تاہم ان کے عنوانات مجھے آج بھی یاد ہیں۔''حرف وحکایت'' کے نام سے ایک پروگرام نشر ہوتا تھا،جس میں غالبؔ یا کسی بھی دوسرے نامور شاعر کے شعر کا انتخاب ہوتا اور پھر اس شعر کی تشریح کی جاتی۔شعر کو سیاسی یا سماجی حالات کی مناسبت سے منتخب کیا جاتا۔ریڈیو کشمیر کو ابتدائی ایام میں ہی ارجن دیو رشکؔ،میر غلام رسول نازکیؔ اور پریم ناتھ پردیسیؔ جیسے اہلِ قلم نصیب ہوئے،جنہوں نے اس ادارے کے ذریعے اردو زبان کو پروان چڑھایا۔ریڈیو سماجی تبدیلی کا ایک موثر آلہ ہے اور کشمیر کی سماجی تبدیلی میں بھی ریڈیو کشمیر نے ایک اہم کردار نبھایا ہے۔

اسی زمانے میں اردو میں لکھنے والے جوانوں کا ایک بہت بڑا کارواں،جن میں،میں فاروق نازکیؔ بھی شامل ہوں،ریڈیو کشمیر کے ساتھ منسلک ہوا۔میر غلام رسول نازکیؔ،پریم ناتھ پردیسیؔ،ارجن دیو رشکؔ اور قیصر قلندرؔ کے بعد علی محمد لون،دیپک کول اور نورشاہ قابل ذکر ہیں۔ریڈیو کشمیر کی ان ابتدائی اردو نشریات کے ساتھ اردو دنیا کے نامور ادیب راہیؔ معصوم رضا،سہیلؔ عظیم آبادی،سلامؔ مچھلی شہری اور مضطرؔ ہاشمی وغیرہ بھی وابستہ رہے۔سب نے ریڈیو کشمیر کی وساطت سے اپنی ادبی تحریروں اور ڈرامہ نگاری سے اردو کی کافی خدمت کی۔ ریڈیو کشمیر نے بے شمار شاعروں،ادیبوں،فنکاروں،مصوروں اور موسیقاروں کو متعارف کرایا۔اس کے علاوہ ریڈیو کشمیر نے اردو غزل گائیکی کو بھی مقبول کرنے میں اپنا حصہ ادا کیا۔اردو زبان میں فنکاروں کے انٹرویو لئے جاتے اور ان کو سامعین کے ساتھ متعارف کرایا جاتا۔ریڈیو سے نشر کئے گئے اردو ڈرامے مثلاً علی محمد لون کا ''خالو جان کا خواب''،رمیش کول کا ''ریڈیو ناول''،شکیل احمد کا سلسلہ وار ''لالہ رخ'' اور میرا تحریر کردہ ڈرامہ ''سب رس'' لوگوں کو آج بھی یاد ہیں۔

اس کے علاوہ ریڈیو سے اردو میں جو دیگر پروگرام اور فیچر سلسلہ وار نشر ہوتے رہے،ان پروگراموں نے بھی اردو زبان کی ترویج میں ایک اہم رول ادا کیا۔حالات حاضرہ پر مبنی تبصرہ ''آج کی بات'' اور خبروں کے بعد تبصرہ کی نشریات نے اردو کو عام انسان کی روزمرہ کی زندگی کا ایک حصہ بنا دیا۔ریڈیو کشمیر سرینگر کیلئے یہ بات باعثِ افتخار ہے کہ اس نے پردۂ سیمیں کے نامور فن کاروں دلیپ کمار اور لتا منگیشکر کے تفصیلی انٹرویو اردو میں نشر کئے جنہیں لوگوں نے بہت سراہا۔دلیپ کمار کے ساتھ یہ تاریخی انٹرویو پران کشور نے کیا جبکہ لتا جی کے ساتھ تاریخی انٹرویو بشیر بٹ نے ریکارڈ کیا تھا۔اس کے علاوہ ریڈیو نے اپنے ادبی پروگراموں کے ذریعے اردو کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔ان پروگراموں میں اکثر کمال اختر صدیقی،شکیل الرحمان،علی محمد لون،آل احمد سرور جیسے ادیب اور زبان

دان حصہ لیتے تھے۔اس کے علاوہ بیرون ریاست کے ادیب اور شعرا بھی یہاں آ کر ریڈیو کشمیر کے پروگراموں میں شریک ہوتے تھے۔ریڈیو کے پروگرام ''وادی کی آواز'' کو کون فراموش کرسکتا ہے۔اردو زبان کی ترویج میں ریڈیو کے رول کو کون بھلا سکتا ہے۔یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔بہت خوشی ہوتی ہے کہ نئی نسل کے براڈکاسٹر اس سلسلے کو بخوبی آگے بڑھا رہے ہیں۔''

اردو کو فروغ دینے میں ریڈیو کشمیر سرینگر کے شعبہ خبر کا بھی ایک اہم رول رہا ہے۔اس شعبے کے قیام کے فوراً بعد جناب عبدالرشید اس کے ساتھ وابستہ ہوئے اور تقریباً ۳۸ برسوں تک یہاں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منواتے رہے۔عبدالرشید صاحب کے ساتھ ہوئی بات چیت کے کچھ اقتباسات قارئین کی نظر:

۱۹۴۸ء میں ریڈیو کشمیر سرینگر کے قیام سے پہلے جب ریڈیو کشمیر جموں کا قیام عمل میں آیا تو ابتدائی مرحلے میں جو عملہ تعینات کیا گیا وہ سرینگر سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ان میں محمد سلطان پنڈت،عبدالحق برقؔ اور مہندر ناتھ کول قابل ذکر ہیں۔مہندر ناتھ کول اگرچہ محکمہ خوراک میں ملازم تھے،تاہم اردو زبان پر خاصی دسترس کی وجہ سے انہیں ریڈیو کشمیر جموں کیلئے منتخب کیا گیا۔بعد میں جب ریڈیو کشمیر سرینگر کا قیام عمل میں آیا تو اس عملے کو واپس سرینگر بلالیا گیا۔ان کے ساتھ میر غلام رسول نازکی نے بھی ریڈیو جوائین کیا۔اب مسئلہ تھا کہ ریڈیو کا سربراہ کس کو بنایا جائے،تو اس کیلئے مرزا غلام حسن بیگ عارفؔ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔یہ سبھی حضرات ادب کی دنیا سے تعلق رکھتے تھے اور اردو زبان سے ان کی خوب شناسائی تھی۔ظاہر سی بات ہے کہ ریڈیو نے ابتدا سے ہی اردو کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ریڈیو کشمیر سرینگر میں اگرچہ کئی دیگر لوگ تعینات کئے گئے،تاہم میر غلام رسول نازکی ریڈیو کا انتظام چلانے میں کلیدی رول ادا کرتے رہے،جبکہ عبدالحق برقؔ صاحب نے براڈکاسٹنگ میں اپنا ایک منفرد مقام بنا لیا تھا۔پریم ناتھ پردیسیؔ جیسے بلند پایہ افسانہ نگار بھی ریڈیو کشمیر سرینگر کے ساتھ جڑ گئے۔میں نے بھی باضابطہ آڈیشن پاس کر کے ریڈیو جوائین کیا تھا۔ضمناً یہ بات بتا دوں کی اس وقت انتہائی پیشہ ورانہ انداز میں آڈیشن ٹیسٹ لیا جاتا تھا۔بہرکیف کچھ ماہ گزرنے کے بعد ہی دلی سے کچھ سٹاف ممبران کو سرینگر بھیجا گیا اور انہیں مختلف طرح کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔سب سے پہلے وی این ووہرا بحیثیت نگران مقرر ہوئے۔اور بعد کے ادوار میں امرت لال مینی اور پی سی چیٹر جی جیسی شخصیات نے بھی یہاں کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ریڈیو کشمیر سرینگر کے قیام کے ساتھ ہی یہاں نیوز روم بھی قائم ہوا۔خبروں کے بلیٹن کے تعلق سے محکمہ اطلاعات ونشریات کے اس وقت کے سربراہ جانکی ناتھ زتشی کے ساتھ روزانہ بنیادوں پر میٹنگ ہوا کرتی تھی۔مجھے پہلے پہل اناؤنسر کا کام سونپا گیا،لیکن اردو کے ساتھ شغف،میری کارکردگی اور براڈکاسٹنگ کے مخصوص انداز کی بنا پر،مجھے خبریں پڑھنے پر مامور کیا گیا۔مجھے اچھے سے یاد ہے کہ میں نے ۱۳ رستمبر ۱۹۵۲ء کو ریڈیو کشمیر سرینگر سے خبروں کا پہلا اردو بلیٹن پڑھا۔مجھے یہ بات کہنے میں تامل نہیں ہے کہ دہلی سے آئے سٹاف ممبران ہم کشمیریوں کے اردو بولنے کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ کشمیر میں اردو بولنے پر کوئی پابندی نہیں تھی، البتہ ایک ایسا ماحول پیدا کیا گیا تھا کہ ہم اردو بولنے سے کتراتے تھے۔وہ کہتے تھے کہ کشمیری لوگ غلط تلفظ اور غلط لہجے میں اردو بولتے ہیں۔میں مانتا ہوں ہمارا تلفظ غلط ہوسکتا تھا،مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کوئی زبان بولیں،مقامی لہجہ اس ضرور میں جھلکے گا۔

میری اردو اچھی تھی۔ دراصل ہمارے گھر میں جو معمولات ہوتے تھے، ان میں بی بی سی اور ریڈیو پاکستان کی خبریں سننا بھی شامل تھا۔ میں ریڈیو پاکستان کے شکیل احمد اور انور بہزاد کی خبریں سن سن کر شاید یہ فن بھی سیکھ گیا تھا اور اردو پر دسترس بھی حاصل کر لی تھی۔ گھر میں ادبی ماحول تھا جس نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا۔

جہاں تک اردو کی ترقی میں ریڈیو کشمیر کی خبروں کے شعبے کا تعلق ہے تو اس میں جناب حبیب اللہ علاقہ بند صاحب کے رول اور ان کی خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ شعبہ خبر کے پہلے مدیر تھے۔ اسسٹنٹ نیوز ایڈیٹر کے عہدے پر تعینات ہوئے۔ خبریں ترتیب دینے اور ادارت کی پھرتی کے ساتھ ساتھ انہیں اردو زبان کے استعمال پر ملکہ حاصل تھا۔ ایسی سلیس زبان میں خبروں کا بلیٹن تیار کرتے تھے کہ عام سامعین کے ساتھ زبان دانوں کو بھی ورطہِ حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ میں نے تقریباً ۳۵ برس کا عرصہ علاقہ بند صاحب کے ساتھ گزارا لیکن ریڈیو کشمیر کی تاریخ گواہ ہے کہ ان جیسا نیوز ایڈیٹر اور زبان شناس آج تک پیدا نہیں ہوا۔ خاکسار کی نیوز ریڈنگ کو لوگ کافی پسند کرتے تھے۔ اس طرح ریڈیو کشمیر سرینگر کے شعبۂ خبر سے وابستہ ہم سب نے اردو کی ترقی میں حسبِ مقدور اپنا اپنا رول ادا کیا۔ آپ کو یہ جان کر حیرانگی ہوگی کہ دلی سے آئے جو لوگ ہم کشمیریوں کی اردو پر انگلیاں اٹھاتے تھے، الحمد اللہ ہماری قابلیت دیکھ کر وہ بھی انگشت بہ دنداں ہو کر رہ گئے۔ خدا کا کرنا کہ بعد ازاں میں نے دلی جا کر آل انڈیا ریڈیو سے اردو خبروں کے بلیٹن پڑھے۔ یہاں یہ بات بھی بتا تا چلوں کہ دلی میں میری ملاقات اس وقت کی معروف اردو نیوز ریڈر اور آل انڈیا ریڈیو کی قابلِ احترام شخصیت سعیدہ بانو سے ہوئی۔ میں ان کو پہلے بھی سنتا تھا اور ان کے انداز کا دلدادہ تھا۔ ہم احتراماً انہیں آپا جان کہہ کر بلاتے تھے۔ انہوں نے اپنا دستِ شفقت میرے سر پہ رکھا اور میری مزید تربیت میں کافی دلچسپی لی۔ میں جس طرح اردو بولتا تھا، اس کی ستائش کرتے ہوئے اس کی نوک پلک سنواری اور میرے بولنے میں مزید نکھار پیدا کیا۔ مجھے پرانی دلی میں رہنے کا مشورہ دیا۔ کہا، ''رشید میاں! اردو بولنے میں نکھار پیدا کرنا ہے تو بلی ماراں کے علاقے میں رہو، غالبؔ کے وطن کی گلیاں دیکھو۔'' ریڈیو کشمیر سے وابستہ رہ چکے اپنے وقت کی نابغہ روزگار شخصیت سلامؔ مچھلی شہری سے بھی میں ترغیب لیتا رہا۔

ریڈیو کشمیر سے ہر دن خبروں کے بعد تبصرہ نشر ہوتا تھا۔ شعبۂ خبر کی اس پیشکش میں بھی معیاری اردو زبان کا استعمال کیا جاتا تھا اور اس طرح لوگوں تک معلومات پہنچانے کے علاوہ اردو زبان وادب کی خدمت کی جاتی تھی۔ میں نے کشمیر میں پیش آئے کئی اہم واقعات کی براہِ راست رپورٹنگ کی ہے۔ ریڈیو سے نشر کی جانے والی لائیو اردو کمنٹری کا خطے میں اردو زبان کی ترقی میں ایک اچھا خاصا رول رہا ہے۔ ریڈیو کشمیر سرینگر نے ادبی، سماجی اور دیگر نوعیت کے پروگراموں کے ذریعے اردو کی ترویج میں خاصا اہم کردار نبھایا ہے۔ انہی وجھوں سے اس زبان کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ ملتا گیا، زبان کی اس حیثیت کا خاص خیال رکھتے ہوئے ریڈیو نے اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھائی ہیں۔

ہندوستان کی معروف ادبی شخصیات نے یہاں آ کر ریڈیو کشمیر کے پروگراموں میں حصہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ مقامی فنکاروں نے بھی اپنے فن کے ذریعے اردو کو پروان چڑھانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ وہ ایسا زمانہ تھا کہ غلام محمد راہ ریڈیو پر آ کر اردو غزلیں گایا کرتے تھے۔ جب ریڈیو کشمیر سرینگر کا قیام عمل میں آیا تو برصغیر ہندوپاک بڑی سیاسی تبدیلی سے گزر رہا تھا۔ انہی حالات میں ہماری ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ پاکستانی زیر انتظام کشمیر میں وہاں کی حکومت نے آزاد کشمیر ریڈیو کے نام سے ایک اسٹیشن شروع کیا۔ وہاں اور یہاں کے براڈ کاسٹروں کے درمیان کھلم کھلا ٹھن گئی۔ اُس پار کے ریڈیو سٹیشن سے نشر ہونے والے پروگراموں میں ہم پر الزامات لگائے جاتے، اور یہاں سے جوابی الزامات پر مبنی پروگرام نشر کئے جاتے۔ ان پروگراموں میں ''جوابی حملہ'' اور ''گنبد کی آواز'' قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ یہ پروگرام سیاسی نوعیت کے ہوا کرتے تھے، تاہم ان میں جس طرح کھل کر اردو زبان کا استعمال ہوا، وہ بھی غیر شعوری طور پہ اس زبان کی ترقی کا باعث بنا۔ کہنہ مشق افسانہ نویس پریم ناتھ پردیسی ''جوابی حملہ'' پروگرام کا مسودہ لکھتے تھے۔

''ریڈیو کشمیر سرینگر اور اردو زبان'' اس موضوع پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ ریڈیو کشمیر سرینگر نے جس طریقے سے اردو کی خدمت کی ہے، مبالغہ آرائی نہ ہوگی، شائد ہی کسی اور ادارے نے کی ہوگی۔ مضطر ہاشمی جیسے نامور ادیب بھی ریڈیو کشمیر کے ساتھ جڑے رہے۔ ان کے پروگرام ''نوشتۂ دیوار'' کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں۔

ریڈیو کشمیر کی اردو سروس نے اگرچہ آج بھی اپنے پروگراموں کا معیار برقرار رکھا ہے، تاہم میرا مشورہ ہے کہ کیجول اناونسرز اور پروگرام پیش کرنے والوں کے انتخاب میں ان کے تلفظ اور بول چال پر خاص دھیان دیا جانا چاہئے۔ مجھے ایک شکایت بھی ہے، جن لوگوں نے ریڈیو کشمیر کے ارتقا میں بنیادی رول ادا کیا ہے، ان کو یکسر فراموش کیا گیا ہے، جو کہ بہت بڑی ناانصافی کی بات ہے۔